اسلام کی تعلیمات پر پوری طرح عمل کرو

(فرمودہ ۷۔فروری ۱۹۳۰ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

میرا منشاء تھا کہ آج ایک ایسے امر کے متعلق جو میرے پہلے خطبہ کے نتیجہ میں پیدا ہوا تھا بعض باتیں تفصیلاً بیان کرتا لیکن غور کے بعد میں نے مناسب سمجھا کہ اسے رمضان کے دنوں میں ملتوی کر دوں۔ لیکن ایک اور بات ہے جو انہی دنوں میرے کان میں پڑی اور جو اسی قسم کی افواہوں میں سے ہے جیسی بعض لوگ قادیان میں مشہور کرنے کے عادی ہیں۔ یہاں بعض لوگوں نے یہ طریق اختیار کر رکھا ہے کہ جب میرے متعلق کوئی بات کہنے کی وہ جرأت نہیں کر سکتے تو دوسرے کارکنوں سے منسوب کر کے بیان کر دیتے ہیں اور اس طرح وہ اُس گرفت اور جذبۂ حقارت سے محفوظ رہتے ہیں جو میرے خلاف غلط بیانیاں سن کر مخلصین ظاہر کرتے ہیں۔ چونکہ یہ رویہ اور طریق محض جماعت میں فتنہ پیدا کرنے کے لئے اختیار کیا جاتا ہے اور چونکہ متواتر ایسی باتیں سن کر جماعت کے اخلاص کی روح کو دھکا لگتا ہے اس لئے میں نے مناسب سمجھا ہے کہ ایسی تمام اخبار کو جمع کر کے ان کی تفصیل سے جماعت کو آگاہ کر دیا کروں اور میں سمجھتا ہوں ایک دروغگو کے لئے یہ کافی سزا ہے کہ اس کے متعلق لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اس نے جھوٹ بولا ہے۔ یہ ڈنڈا یا اور کسی قسم کی دوسری سزا سے بدرجہا بہتر ہے کہ عوام کو پتہ لگ جائے کہ فلاں شخص نے دیدہ دانستہ افتراء کیا اور جھوٹ بولا ہے۔ پچھلے ہفتہ مجھے متعدد اس قسم کے خطوط لوگوں کی طرف سے موصول ہوئے ہیں جنہوں نے لکھا ہے کہ مولوی عبدالرحیم صاحب درد کے

سلوک سے تنگ آ کر ماسٹر محمد الدین صاحب ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول نے استعفیٰ دیا ہے۔

میں ان لوگوں کے نام تو ابھی نہیں بتاتا جنہوں نے یہ خبر مشہور کی اور پہلے یہ رعایت ہی رکھتا ہوں لیکن پھر بھی ایسے لوگوں نے جن کے سامنے ایسی دروغ بیانی کی وہ تو کم از کم معلوم کر لیں گے کہ فلاں شخص نے جھوٹ بولا۔

بے شک ماسٹر محمد الدین صاحب نے استعفیٰ دیا ہے لیکن اس کی وجہ درد صاحب کی بدسلوکی نہیں بلکہ کسی کے سلوک کو بھی اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ میں فی الحال اس وجہ کے متعلق تو کچھ بیان نہیں کرتا اس کے متعلق میں بعض تحقیقات کر رہا ہوں اور بعض مسائل کے متعلق مجھے اپنے علماء سے مشورہ بھی کرنا ہے اور اس کے بعد اگر ضرورت ہوئی تو میں اس وجہ کو بھی بیان کر دوں گا۔

میرے پاس چونکہ یہ اطلاع پہنچی اور کسی شخص کے استعفیٰ اور اس کی وجوہات کی خبر چونکہ خود اسے اور اس کے دوستوں کو ہی ہو سکتی ہے اس لئے پہلا احتمال یہ تھا کہ یہ خبر خود ماسٹر صاحب نے مشہور کی ہو۔ چنانچہ میں نے انہیں ایک رقعہ لکھوایا کہ ایسی ایک خبر مشہور ہو رہی ہے جس کے متعلق مجھے یقین ہے کہ جھوٹ ہے آپ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں اور اس میں آپ کا کیا دخل ہے۔ یہ چٹھی پرائیوٹ سیکرٹری کے نام سے بھیجی گئی تھی۔ اس کے جواب میں ماسٹر صاحب نے جو خط لکھا اس کے پہلے حصہ کو تو میں ظاہر نہیں کرتا کیونکہ اس سے اصل وجہ پر روشنی پڑتی ہے جو حصہ درد صاحب کے متعلق ہے وہ سنا دیتا ہوں۔ ماسٹر صاحب لکھتے ہیں:۔

''مجھے آپ کا رقعہ ابھی روزہ افطار کرنے کے بعد ملا ہے جس میں آپ نے مجھے حضرت صاحب کی طرف سے لکھا ہے کہ میں لکھوں کہ آیا میں نے درد صاحب کی کسی بدسلوکی کی وجہ سے ہیڈ ماسٹری سے استعفیٰ دیا ہے۔ یہ امر بالکل غلط ہے۔ درد صاحب میرے ساتھ نہایت ہمدردی اور عزت سے پیش آتے رہتے ہیں۔ یہ مجھے معلوم نہیں کہ میرے وہ کون سے خیر خواہ ہیں کہ جو بات میرے وہم و گمان میں بھی نہ ہو وہ میری طرف منسوب کریں۔ میں پھر عرض کرتا ہوں کہ اگر رقعہ لکھنے والوں نے یہ بات لکھی ہے کہ میں نے درد صاحب کی کسی بدسلوکی کی وجہ سے ایسا کیا ہے تو یہ صریح جھوٹ ہے۔ اللہ گواہ ہے''۔

اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ خبر انہوں نے تو مشہور نہیں کی اس لئے ظاہر ہے کہ ان کے

دوستوں یا دوست نما دشمنوں پر اس کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور جن لوگوں نے یہ خبر سنی ہے وہ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ انہیں سنانے والے جھوٹے اور مفتری ہیں۔ چونکہ یہ خبر عورتوں، مردوں اور مدرسہ احمدیہ و ہائی سکول کے طالب علموں سب کے ذریعہ سے مجھے پہنچی ہے اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ اسے بغرضِ پروپیگنڈا مشہور کیا گیا ہے اور خاص کوشش و ذرائع سے کام لے کر قادیان کے ہر گوشے میں پہنچایا گیا ہے۔

مجھے چونکہ سب واقعات معلوم ہیں اس لئے میں ان کی بناء پر شہادت دیتا ہوں کہ یہ جھوٹ ہے ماسٹر صاحب کی تردید کے بعد ہمیں ان کے متعلق بدظنی کا کوئی حق نہیں۔ پس جس شخص نے یہ بات اُڑائی ہے محض نظام سلسلہ میں رخنہ ڈالنے کے لئے ایسا کیا ہے۔ میں اس غلط خبر کو غلط فہمی کا نتیجہ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ اتنی لمبی بات جس میں پورا واقعہ بیان ہو کبھی غلط فہمی سے پیدا نہیں ہوسکتی اس لئے یہ جھوٹ اور افتراء ہے۔ ہاں اگر درد صاحب سے انہیں کوئی اختلاف ہوتا تو پھر بھی ہم کہہ سکتے تھے کہ انہوں نے اختلاف کیا ہوگا جسے سُننے والے نے بدسلوکی سمجھ لیا اور ہر جگہ آپس میں اختلاف ہوا ہی کرتے ہیں اور اختلاف کی بناء پر بعض اوقات ماتحت استعفیٰ بھی دے دیتے ہیں لیکن اس استعفیٰ میں تو اختلاف کا بھی کوئی تعلق نہیں اس لئے اس کی بنیاد یقیناً افتراء پر ہے غلط فہمی اسے ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔

پس جن لوگوں نے اس بات کو سنا وہ سمجھ لیں کہ ان کو سنانے والے جھوٹے اور مفتری ہیں۔ اس طرح اگرچہ میں نام تو نہیں لیتا لیکن پھر بھی بہت لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ فلاں شخص مفتری اور جھوٹا ہے اور بغیر نام لئے ہی اس کے جھوٹ سے بہت سے لوگ آگاہ ہو سکتے ہیں۔ اصل معاملہ کے متعلق ابھی بعض شرعی مسائل طے کرنے ہیں جن کے بعد اگر ضرورت ہوئی تو میں ظاہر کر دوں گا۔

اس کے بعد میں جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم میں سے بعض ایسے ہیں جن کو جھوٹ بولنے اور افتراء کرنے کی عادت ہے اور میں نے بھی پورے طور پر تہیہ کر لیا ہے کہ چاہے وہ کتنا ہی شور مچائیں اور لوگوں کو اُبھاریں قطع نظر اس سے کہ میری جان رہے یا نہ رہے میں ان کے پول کو ضرور کھول دوں گا۔

سلسلہ کا قیام بھی سچ کیلئے ہی ہے اور اگر سچائی جو اصل مقصد ہے فوت ہو جائے تو پھر کسی بھی چیز کی ضرورت نہیں رہتی اس لئے بہر حال جھوٹ اور شرارت کو کھولا جائے گا۔ پہلے میں اتنا لحاظ کرتا

ہوں کہ کسی کا نام نہیں لیتا اتنا ہی پردہ فاش کرتا ہوں جس سے وہی لوگ سمجھ سکیں جن میں اس جھوٹ کی اشاعت کی گئی۔ میں دیکھوں گا اگر اس سے اصلاح اور اخلاق میں درستی پیدا ہوگئی اور میں نے سمجھ لیا کہ اور نہیں تو سننے والے ہی اپنا فرض ادا کرنے لگ گئے ہیں یعنی وہ ایسی باتوں کو سن کر آگے ان کی اشاعت نہیں کرتے تو فَبِھَا وگرنہ ہر بات کی کھلی تحقیقات کراؤں گا اور اس کے بعد اعلان کیا کروں گا کہ فلاں شخص نے فلاں غلط بات پھیلائی جو تحقیقات سے غلط ثابت ہوئی ہے۔

میں مانتا ہوں کہ غلط فہمی پیدا ہوسکتی ہے اور جس جگہ غلط فہمی کا احتمال ہو سکے وہاں کسی کی طرف جھوٹ منسوب نہیں کیا جا سکتا اور میں ایسے امور نہیں لوں گا جن میں غلطی فہمی کا احتمال ہو سکے اور کوشش یہی کروں گا کہ کسی کی طرف جھوٹ منسوب نہ ہو لیکن دیدہ دانستہ شرارت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

میں پھر نصیحت کرتا ہوں کہ کسی شخص کا نام لے کر اس کی طرف کسی بات کو منسوب کر دینا شرعاً ناجائز ہے جب تک پوری طرح اس کی تحقیقات نہ ہو جائے۔ ایک واعظانہ رنگ ہوتا ہے جس میں واعظ اپنی تقریر کے دوران میں کسی کا نام لئے بغیر ایک مثال دے دیتا ہے لیکن اس طرح مثال کے طور پر کوئی بات بیان کر دینا کسی کے لئے بطور حُجت نہیں ہوسکتا۔ اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی بعض اوقات کر لیتے تھے۔ لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی تو عادت میں یہ بات تھی وہ ہر ہفتہ کوئی نہ کوئی ایسی مثال ضرور دے دیتے۔ لوگ ان سے لڑتے کہ آپ نے ہم پر یہ الزام لگایا ہے مگر آپ فرماتے میں نے تمہارا نام نہیں لیا۔ تو واعظ اگر کوئی ایسی بات کہہ جائے جس میں کسی کا نام نہ لے اور دانستہ اس کا نام ظاہر کرنے کی کوشش نہ کرے۔ دانستہ مَیں نے اس لئے کہا کہ میں خود بھی اپنے ایک بیان میں ایسی غلطی کر چکا ہوں اور اگرچہ میں نے کسی کا نام تو نہیں لیا تھا لیکن ایسے الفاظ میرے منہ سے نکل گئے جن سے بعض لوگ پہچان گئے ہوں گے کہ یہ کس کا ذکر ہے۔ واعظانہ رنگ یہ ہے کہ مثال پیش ہو لیکن وہ آدمی بدنام نہ ہو۔ تو جب واعظانہ رنگ ہو اور واعظ کی نیت کسی شخص کی مذمّت نہ ہو بلکہ اس کے کسی فعل کی مذمت ہو تو پھر تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن ایسی مثال کی بناء پر کسی شخص پر کوئی الزام نہیں لگایا جا سکتا اور نہ اسے کوئی سزا دی جا سکتی ہے۔ اس لئے امام یا واعظ کبھی ایسے رنگ میں بات کر دیتا ہے کہ یہ پتہ تو کسی کو نہ لگ سکے کہ کس نے یہ قصور کیا لیکن لوگ اس سے سبق حاصل کر سکیں۔ لیکن اگر نام لے لیا

جائے یا ایسا اشارہ کر دیا جائے جس سے وہ ظاہر ہو جائے تو یہ ناجائز ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔

"کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِبًا اَنْ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَاسَمِعَ"[۱] اس لئے کسی کے متعلق یا بعض افراد کے متعلق کوئی خبر بلا تحقیق مشہور کر دینا جائز نہیں۔ ایسے امور میں احتیاط لازم ہے کیونکہ رسول کریم ﷺ نے اسے کذب قرار دیا ہے خواہ ایسا دانستہ نہ بھی کیا جائے۔ بعض لوگ عادتاً ایسا کر لیتے ہیں اس لئے میں انہیں روکتا ہوں کہ ایسا نہ کریں۔ ہمارا فرض ہے کہ جو بُری باتیں عادتاً پیدا ہو جائیں ان میں اصلاح کریں اگر نادانستہ ایسی بات ہو جائے تو بھی دل میں ندامت محسوس کریں جیسے میں اس امر کے متعلق جس کا ذکر اوپر کیا ہے دل میں نادم ہوا۔ یہ میں نہیں کہہ سکتا کہ دوسروں نے بھی اس سے کچھ سمجھا یا نہیں مگر میرے الفاظ میں اتنی گنجائش ضرور تھی کہ بعض لوگ سمجھ سکتے تھے۔ تو اگر نادانستہ یا اتفاقاً بھی ایسی حرکت ہو جائے تو بھی اس کے لئے نادم ہونا چاہئے۔ لیکن اگر کوئی دانستہ ایسا کرے اور ایسے طریق پر کسی بات کو پیش کرے کہ دوسرے معلوم کر لیں تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ وہ شریعت کی گرفت کے نیچے ہے۔ کوئی کہے عادتاً ایسا ہو جانے کو رسول کریم ﷺ نے کہاں منع فرمایا ہے تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ بِکُلِّ مَاسَمِعَ کے معنے عادت کے ہی ہیں۔ پس اگر رسول کریم ﷺ کے احکام کی عزت آپ کے دل میں ہے تو جسے رسول کریم ﷺ نے جھوٹ فرمایا ہے اسے آپ بھی جھوٹ سمجھیں۔

بعض لوگ بہت شور مچایا کرتے ہیں کہ ہماری روحانیت ترقی نہیں کرتی۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ عملاً وہی کچھ نہیں کرتے جو ان کے دل میں ہوتا ہے۔ اسلام کا حکم ہے صبر کرو۔ وہ دل سے تو اسے مانتے ہیں لیکن جب موقع آئے تو صبر نہیں کرتے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ وہ اسلام اور محمد رسول اللہ ﷺ کو معلّم بنانا نہیں چاہتے اس لئے وہ جس مقام پر کھڑے ہوتے ہیں اس سے آگے ترقی نہیں کر سکتے بلکہ بعض اوقات گر جاتے ہیں۔ یہی حال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ہے بعض لوگ آپ پر ایمان تو لے آئے لیکن انہیں معلّم نہیں بناتے۔ اگر آپ لوگ غور کریں کہ اس مہینے میں ہی آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کون سی نئی بات سیکھی ہے تو بہت سے ایسے نکلیں گے جنہیں معلوم ہو جائے گا کہ کئی سال سے انہوں نے کوئی نئی بات نہیں سیکھی۔ دراصل سچا معلّم وہی ہو سکتا ہے جو ہر آن راہبری کرے اور ہر

وقت رستہ دکھلائے۔ دنیا میں ہی دیکھ لو جو عزت تمہارے دل میں تمہارے موجودہ اُستاد کی ہے اتنی اس کی نہیں جو کسی گزشتہ زمانہ میں تھا۔ پس حقیقی معلّم وہی کہلا سکتا ہے جو ہر وقت کا اُستاد ہو اس لئے اگر ہم محمد رسول اللہ ﷺ سے ہر وقت کچھ نہ کچھ سیکھتے ہیں تو وہ معلّم ہیں ورنہ نہیں۔ نہ سیکھنے کے یہ معنے ہوں گے کہ یا تو آپؐ کی تعلیم ختم ہوگئی ہے یا ہم نے آپؐ کو معلّم ماننا چھوڑ دیا ہے۔ یہی بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ہے اور اسی طرح خلافت کا حال ہے۔ اگر خلیفہ کے وعظ کو سن کر صرف سُبْحَانَ اللّٰہ اور واہ واہ ہی کر دیا اور اس پر عمل نہ کیا تو وہ معلّم کیسا ہوا۔ اگر اسے معلّم کہتے ہو تو اس کے وعظ کو شاگرد کی طرح سنو اور اس پر عمل کرو۔ اوّل تو ہر خطیب ہی معلّم ہے مگر وہ شخص جس کے ہاتھ پر دیانتداری سے بیعت کی ہو اس کے خطبہ پر تو ضرور ہی عمل کرنا چاہئے لیکن اگر عمل نہیں تو یہ سب کچھ صرف عادتاً ہی ہے ایمان نہیں اور ایسا شخص معلّم ماننے کا دعویٰ کبھی نہیں کر سکتا اس کی بیعت محض دکھاوا ہے چاہے اس کے دل میں اخلاص ہی ہو مگر اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ دکھاوا ہی ہے۔ پس میں بار بار توجہ دلاتا ہوں کہ اس تعلیم کو دل میں داخل کرو۔

یہ امید تو بے شک کسی کے متعلق نہیں کی جاسکتی کہ وہ سب کچھ ایک دن میں ہی سیکھ لے۔ مومن، صلحاء، خلفاء سب کی ترقی تدریجی ہی ہوتی ہے۔ لیکن اگر یہ حالت ہو کہ سالہا سال گزر گئے اور کسی نئی بات پر عمل ہی نہ کیا تو پھر کس منہ سے یہ اقرار کیا جاسکتا ہے کہ ہم خلیفہ کو معلّم مانتے ہیں۔ کوئی طالب علم فخر سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں شخص میرا اُستاد ہے مگر سال بھر میں مَیں نے اس سے ایک لفظ بھی نہیں سیکھا۔ اگر ایک بات ہی سیکھی جائے جب بھی کہا جاسکتا ہے کہ ترقی تدریجی ہوتی ہے لیکن اگر ایک بات بھی نہ ہو تو کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ ہم معلّم مانتے ہیں۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ کَلِمَةُ الْحِکْمَةِ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ اَخَذَھَا حَیْثُ وَجَدَھَا [2] یعنی حکمت کی بات مؤمن کی گمشدہ متاع ہے جہاں ملے چاہئے لے لے۔ اگر کسی نہایت بُرے انسان سے بھی کوئی اچھی بات ملے تو اسے بھی لے لینا چاہئے۔ ہمارے ملک میں ایک بھاری قوم ہے جنہیں جینی کہا جاتا ہے ان میں نفس کشی کو ترقی کا موجب سمجھا جاتا ہے وہ ہر سال ایک نئی چیز کا استعمال ترک کر دیتے ہیں۔ تو یہ مسئلہ کہ ہر سال وہ ایک چیز کو اس یقین کی بناء پر ترک کر دیتے ہیں کہ اس سے روحانی ترقی ہوگی اس سے سبق سیکھ کر اگر ہم بھی ہر سال ایک نئی

بات اپنے اندر پیدا کرلیں تو کس قدر فائدہ ہوسکتا ہے اور یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ اس سے میری یہ مراد نہیں کہ پہلے دو نفل پڑھتے تھے تو اب چار کر دیئے بلکہ اخلاقی تبدیلی مراد ہے کیونکہ اصل چیز اخلاق ہی ہے۔

پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے اندر سننے کے ساتھ عمل کرنے کی عادت پیدا کرو۔ یہ نہیں کہ ہر بات پر یکدم عمل کرنے لگ جاؤ۔ انسان کے اندر کوتاہیاں بھی ہوتی ہیں اور جب تک وہ اس مقام پر نہ پہنچ جائے جب وہ خدا کی مغفرت کی عام چادر کے نیچے آ جاتا ہے اور اس کے پچھلے اور پہلے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اُسی وقت یکدم ساری خوبیاں اس کے اندر پیدا ہو سکتی ہیں۔ مگر ایسے لوگوں کی ترقی پھر بھی تدریجی ہی ہوتی ہے کیونکہ جس طرح خدا کی ذات غیر محدود ہے اسی طرح انسانی ترقیات بھی غیر محدود ہیں لیکن اس حالت کے بغیر انسان عیوب سے مُبرّا نہیں ہوسکتا۔ بعض لوگوں کو پیدائش سے ہی یہ مقام عطا کر دیا جاتا ہے کیونکہ ان سے خاص کام لیا جانا مقدر ہوتا ہے جیسے رسول کریم ﷺ یا دوسرے بڑے لوگ اور جیسے ہمارے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہوئے ہیں مگر ایسے لوگوں کے سوا باقی لوگ ساری اصلاحیں ایک وقت میں اپنے اندر نہیں کر سکتے۔ اور جیسے طالب علم آہستہ آہستہ کتاب یاد کرتا ہے ان کی بھی یہی حالت ہوتی ہے کہ آہستہ آہستہ ہی ساری باتوں پر عمل کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ گو ارادہ تو چاہئے کہ سب پر عمل کرنا ہے لیکن اور نہیں تو سال[۱] میں ایک ہی سہی۔ پھر اگر خدا توفیق دے تو چھ مہینہ میں، تین مہینہ میں، ہر مہینہ میں، ہر دن میں بلکہ ہر گھنٹہ میں کوئی نہ کوئی بات سیکھی جائے لیکن کم از کم سال میں ایک تو ضرور ہی چاہئے۔

جو لوگ سب کچھ پڑھ سن کر بھی ایسی عادات ترک نہیں کرتے ان کی مثال تو ایسی ہی ہے جیسے رسول کریم ﷺ نے فرمایا بعض لوگوں کی حالت ایسی ہوتی ہے جیسے کوئی تیر انسان کے جسم کو چیر کر نکل جائے لیکن اس کے ساتھ خون کا ذرہ نہ لگے[۳] ایسی حالت خطرہ سے خالی نہیں ہوتی۔ آگے بڑھنے والا تو اگر گرے گا تو آخر کھڑا ہی ہوگا لیکن جو ایک ہی مقام پر کھڑا ہو وہ دھکا لگنے پر ضرور نیچے ہی گرے گا۔ چلنے والے کے لئے تو ایک چانس ہوتا ہے کہ وہ کھڑا ہو کر اپنے نفس کو سنبھال سکے لیکن جو پہلے ہی کھڑا ہے وہ ضرور گرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ گر جاتے ہیں کیونکہ وہ چل نہیں رہے ہوتے۔ پس کم از کم سال میں ہی ایک تغیر اپنے اندر پیدا کرو۔ میں

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ہماری جماعت میں وہ روح پیدا کرے کہ وہ اسلام کی تعلیمات سے فائدہ اٹھا سکے۔ یہ باتیں جو میں نے بیان کی ہیں چڑنے کی نہیں بلکہ فائدہ کی ہیں۔ یہ ایسی ہیں کہ اگر کسی اشدّ سے اشدّ دشمن کے منہ سے سنی جائیں جب بھی ان پر عمل کیا جائے چہ جائیکہ جس سے بیعت کی ہو اس کے منہ سے سنی جائیں۔ ان میں آپ کا اپنا ہی نفع ہے۔ پس اپنے اندر تبدیلی پیدا کرو اور ایسے رستہ پر چلو کہ خدا کے فضلوں سے محروم نہ رہ جاؤ۔

(الفضل ۱۸۔ فروری ۱۹۳۰ء)

۱؎ مقدمہ صحیح مسلم باب النھی عن الحدیث بکل ماسمع

۲؎ ترمذی. ابواب العلم باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادة میں اس روایت کے الفاظ یہ ہیں "الکلمة الحکمة ضالة المومن فحیث وجدھا فھو احق بھا"